ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ابن انشا کی پیروڈی کتاب "اردو کی آخری کتاب" ایک تجزیہ

AN ANALYTICAL STUDY OF IBNE INSHA'S PARODY BOOK "URDU KI AAKHIRI KITAAB"

Dr. Saima Iqbal*
Assistant Professor Urdu Department Government College University Faisalabad
drsaimaiqbal@gcuf.edu.pk
Dr. Muhammad Sahib Khan,
Assistant Professor Urdu Department, University of Chitral
Dr. Muhammad Rahman,
Assistant Professor Urdu Department, Hazara University Mansehra

Abstract
The great poet and prose writer Ibne Insha is a humorist of Urdu language of his own style. He has contributed to Urdu literature many of his writing of which is his famous book "Urdu ki Aakhiri Kitaab" The Last Book of Urdu. This article presents an analytical and critical appreciation of the book. The article sheds lights on socio-political aspects of his humor writing besides a glimpse into his historical vision. Some of his techniques he employed in his humor have also been pointed out through specimens from his said book. This book is the parody of Muhammad Hussain Aazad,s Book"Urdu ki Pehli Kitaab". The Article will discuss this parody.

Key Words : Ibne Insha, humorist of Urdu language, "Urdu ki Aakhiri Kitaab, Parody Muhammad Hussain Aazad, "Urdu ki Pehli Kitaab".

ابن انشا بحیثیت مزاح نگار، سفر نامہ نگار، شاعر، کالم نگار اور مترجم کئی حوالوں سے مشہور ہیں۔ان کی تحریروں میں زندگی کے تجربات کا شگفتہ بیان ملتا ہے۔ان کے ہاں ہم زندگی کے بارے میں سنجیدہ رویہ نہیں دیکھتے اور یہی ان کی شہرت کا باعث بنا۔ جیسے غالبؔ نے اپنے فارسی کلام کو "نقش ہائے رنگ رنگ "اور اردو کلام کو "بے رنگ و بو" کہا تھا۔ لیکن آج یہی اردو کا کلام ان کی شہرت کا باعث بنا ہوا ہے۔ بالکل یہی ابن انشا کے ساتھ ہوا۔ وہ خود بھی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "فکاہی مضامین اور طنزیہ بھی کبھی سنجیدگی سے نہیں لکھیں۔ آگے خدا کو معلوم ہے۔۔۔غالب نے جس چیز کو "بے رنگ من است "کہا تھا آخر وہی ان کے نام کے فروغ کا باعث بنی، ہو سکتا ہے میری بھی غیر سنجیدہ چیزیں زیادہ پائیدار ہوں۔"(۱)

وجہ یہ ہے کہ ابن انشا کی شاعری بھی کمال کی ہے اور اُس میں جو درد و غم ہے وہ انھیں میرؔ اور ناصر کاظمیؔ کے پائے کا شاعر بناتا ہے۔ جب ہم ابن انشا کی مزاح نگاری کو دیکھتے ہیں تو یہاں ان کی نو(۹) کتب پر نظر پڑتی ہے۔

۱۔	چلتے ہو تو چین کو چلیے	(سفر نامہ۔ ۱۹۶۷ء):
۲۔	اردو کی آخری کتاب	(پیروڈی۔ ۱۹۷۱ء)
۳۔	آوارہ گرد کی ڈائری	(سفر نامہ۔ ۱۹۷۱ء)
۴۔	دنیا گول ہے	(سفر نامہ۔ ۱۹۷۲ء)
۵۔	ابن بطوطہ کے تعقب میں	(سفر نامہ۔ ۱۹۷۴ء)
۶۔	خمار گندم	(مزاحیہ کالموں کا مجموعہ ۱۹۸۰ء بعد از مرگ)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

۷۔ نگری نگری پھرا مسافر (سفر نامہ۔ ۱۹۸۹ء)

۸۔ باتیں انشاجی کی (مزاحیہ مضامین۔ ۲۰۰۵ء)

۹۔ آپ سے کیا پردہ (مزاحیہ مضامین، بار دوم۔۲۰۱۷ء)

اوپر کی فہرست میں پانچ تو ان کے سفر نامے ہیں، تین متفرق مضامین، ادبی کالموں کے مجموعے اور ایک پیروڈی کی کتاب ہے۔

ابن انشا خالص مزاح کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اُن کا اسلوب خاصے کی چیز ہے۔ ان کے حوالے سے معروف نقاد ڈاکٹر معین الدین عقیل کے یہ الفاظ سند کی حیثیت رکھتے ہیں:

> "ابن انشا اپنے اسلوب سے بہت سی باتوں کا پس منظر بیان کرتے ہیں اور بالکل سادہ اور معمولی واقعات سے بھی طنز و مزاح تخلیق کرنے کی بھرپور قدرت رکھتے ہیں۔ مختصر مضامین، صحافیانہ کالم اور سفر نامے، وہ ہر جگہ ایک کامیاب طنز و مزاح نگار کے طور پر نمایاں رہے۔"(۲)

عقیل صاحب کی یہ بات سو فیصد درست ہے کہ ابن انشا اپنے مخصوص اسلوب کی بدولت طنز و مزاح کے میدان کے شہ سوار ہیں۔

"اردو کی آخری کتاب" ابن انشا کے پیروڈی مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب محمد بن حسین آزاد کی نصابی کتاب "اردو کی پہلی کتاب" کی پیروڈی میں لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے۔ جس میں انشا نے بڑے ہی شگفتہ انداز میں ملکی حالات پر طنز کیا ہے اور شگفتہ اسلوب میں معاشرتی کجیوں اور خامیوں پر طنز کے نشتر چلائے ہیں۔ "اردو کی آخری کتاب" ۷۰۔۱۹۶۹ء کے ہنگامہ پرور دور میں چھپی۔ اس کتاب میں سیاست، معاشرت، اقتصادیات کے حوالے سے خاصا مواد ملتا ہے۔ ان کے ہاں اُس وقت کے ہنگامی موضوعات کی مکمل ترجمانی ملتی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر رؤف پاریکھ کے الفاظ یہ ہیں:

> "ملکی سیاست پر انشا نے اپنی شہکار کتاب "اردو کی آخری کتاب" میں تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ اس میں نہ صرف ان کا مخصوص اسلوب پورے عروج پر ہے اور انھوں شگفتہ طنز کی عمدہ مثالیں پیش کی ہیں بلکہ ملکی سیاسی حالات کا نقشہ عمدگی سے پیش کر دیا ہے۔ خاص طور پر ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے قبل اور بعد کے سیاسی حالات کی پُر لطف تصویر کشی کی ہے۔"(۳)

"اردو کی آخری کتاب" میں انشا کا انداز ڈرامائی اور دل کش ہے کیوں کہ انھوں نے بچپن میں محمد حسین آزاد کی "اردو کی پہلی کتاب" پڑھ کر ازبر کر لی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ پیروڈی انتہائی کامیاب رہی اور انشا کے اسلوب کا اہم سنگ میل ثابت ہوئی۔ اگر ہم اس کتاب کا پطرس بخاری کی ہی پیروڈی کی کتاب "اردو کی آخری کتاب" سے موازنہ کریں تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ پطرس بخاری خالص مزاح نگار ہیں۔ ان کا مزاح بے ضرر اور آسودگی کا تاثر پیدا کرتا ہے جب کہ ابن انشا کے الفاظ طنز کی کاٹ سے بھرپور ہوتے ہیں۔ ابن انشا معاشرتی اور سیاسی موضوعات کو ایسے انداز میں ابھارتا ہے کہ قاری کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ کھیلنے لگتی ہے جبیاً طرس کا مزاح صرف گدگداتا ہے اور ہلکا سا تبسم پیدا کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ پطرس کے مزاح کا کوئی سنجیدہ مقصد نہیں ہوتا، مگر ابن انشا اپنی پیروڈی سے معاشرتی تضادات کو مزید برا بنا کر پیش کرتا ہے اور اس طرح ایک اہم مقصد حاصل کر لیتا ہے۔ اس حوالے سے سحر انصاری رقم طراز ہیں:

> "ابن انشا کی حس مزاح کی وہ عملی صورت تھی جو ان کی شخصیت کا ایک بنیادی وصف تھا۔"(۴)

ابن انشا کی اس کتاب کے حوالے سے ایک اور اقتباس میں خالد اختر یوں گویا ہیں:

> "اردو کی پہلی کتاب جس سے ہم نے بچپن میں پڑھا تھا اور جس کا مشہور فقرہ ماں بچے کو گود میں لیے بیٹھی ہے، باپ حقہ پی رہا ہے، ہر کسی کو یاد ہوگا، مولوی محمد حسین آزاد نے لکھی تھی۔ یہ ان کی بے مثال کتاب غالباً گورنمنٹ کے محکمہ تعلیم سے منظور شدہ تھی۔ ابن انشا کی "اردو کی آخری کتاب" نامنظور شدہ ٹیکسٹ بک

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

بورڈ ہے اور بورڈ کے چیرمین کے مراسلے کی نقل جس میں اسے باقاعدہ نامنظور کیا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں درج ہے۔ بورڈ کے چیرمین میر نسیم نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اسے پڑھ کر استاد طالب علم اور طالب علم استاد بن جائیں گے۔ مولف ابن انشا نے اپنی شرارت کو مستند کرنے میں کوئی کسر نہیں رکھی۔"(۵)

کتاب کا آغاز ایسے پُر لطف جملوں سے کرتے ہیں کہ قاری ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے:

"یہ کتاب ہم نے لکھ تو لی۔ لیکن جب چھاپنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے کہا ایسا نہ ہو کہ یہ کورس میں لگ جائے۔۔اور عزیز طالب علم کا خون ناحق تمہارے حساب میں لکھا جائے جن سے اب بھی ملکہ نور جہاں کے حالات پوچھے جائیں تو ملکہ ترنم نوراں کے حالات بتاتے ہیں۔"(۶)

درجہ بالا اقتباس میں انھوں نے طلبا پر جو طنز کیا ہے وہ تیز دھار ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آج کل کے طالب علموں کا یہی حال ہے کہ ان سے ملکہ نور جہاں کے حالات پوچھنے پر وہ ملکہ ترنم نور جہاں کے بارے میں بتاتے ہیں۔ اسی طرح اس اقتباس میں ٹیکسٹ بک بورڈ والوں پر بھی طنز کیا گیا ہے کہ کہیں یہ کتاب بن پڑھے کورس میں نہ لگا دیں۔ کیوں کہ وہ لوگ کسی تحریر کو پڑھے بغیر ہی کورس میں لگا دیتے ہیں۔ ہمارے سامنے اس کی درجنوں مثالیں موجود ہیں۔ آج کل ہمارا جو تعلیمی حال ہے وہی ابن انشا نے آج سے پچاس سال پہلے بیان کیا تھا۔ ان کا انداز پیروڈی اس قدر نیچرل ہوتا ہے کہ داد دیئے بغیر چارہ نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً ذیل کے اقتباس میں مسلمان قوم کے اتحاد و اتفاق کے پارہ پارہ ہونے کا المیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایران میں کون رہتا ہے؟ ایران میں ایرانی قوم رہتی ہے۔ انگلستان میں کون رہتا ہے؟ انگلستان میں انگریزی قوم رہتی ہے۔ فرانس میں کون رہتا ہے؟ فرانس میں فرانسیسی قوم رہتی ہے۔۔۔۔ یہ کون سا ملک ہے؟ یہ پاکستان ہے، اس میں پاکستانی قوم رہتی ہو گی؟ نہیں۔ اس میں پاکستانی قوم نہیں رہتی اس میں سندھی قوم رہتی ہے۔ پنجابی قوم رہتی ہے، اس میں بنگالی قوم رہتی ہے، اس میں یہ قوم رہتی ہے، اس میں وہ قوم رہتی ہے لیکن۔۔۔۔

پنجابی تو ہندوستان میں بھی رہتے ہیں، سندھی تو ہندوستان میں بھی رہتے ہیں، بنگالی تو ہندوستان میں بھی رہتے ہیں، پھر یہ الگ ملک کیوں بنایا تھا؟ غلطی ہوئی۔ معاف کر دیجیئے۔ آئندہ نہیں بنائیں گے۔"(۷)

اوپر کے اقتباس سے ظاہر ہے کہ ہم بحیثیتِ قوم کبھی اکٹھے نہیں ہوئے۔ وطنِ عزیز ۱۹۴۷ء کو الگ ملک بنا مگر ہمیں سندھی، پنجابی، پشتون، بلوچی اور بنگالی وغیرہ میں تقسیم کیا گیا بعد میں اس کا نتیجہ بائیس سال بعد ہی آگیا اور ہمارا دایاں بازو یعنی بنگال ہم سے الگ ہوا۔ اس میں پرایوں سے زیادہ ہماری اپنی ہی نادانیاں شامل تھیں۔ بنگالیوں کے ساتھ ہم نے جو ظلم کیا وہ تاریخ کا ایک رُلا دینے والا باب ہے اور بحیثیتِ پاکستانی ہمارے ماتھے پر ایک بدنما داغ۔ افسوس کی بات یہ تھی کہ اُس کے بعد بھی ہم نے تاریخ سے کوئی سبق نہیں سیکھا اور آج ہم بلوچستان میں بنگال جیسے حالات سے دوچار ہیں۔ آخر ہم کب سیکھیں گے؟ بہر حال انشا نے اسی حوالے سے لکھا کہ "غلطی ہو گئی آئندہ نہیں بنائیں گے" اس سے وہ اپنی پاکستانی قوم پر طنز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے سحر انصاری لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔۔ پاکستان کی علاقائی تفریق کے باب میں اتنا تیکھا فقرہ ہمارے طنزیہ ادب میں مشکل سے ملے گا۔"(۸)

اس ضمن میں محمد خالد اختر کے الفاظ یہ ہیں:

"اس کتاب میں چند فقرے نقل کر کے مثالیں دینے کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ یہ کتاب ایسے دل کش، طنزیہ اور جھلملائے فقروں سے بھری پڑی ہے۔ تاہم اس کے بغیر چارہ بھی نہیں۔ چنانچہ کتاب کے ابتدائی ابواب میں چند سوالوں کے اقتباس دیئے گئے ہیں ورنہ ابھی سارے مضامین، سبق آموز کہانیاں،

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ریاضی کے قاعدے جیومیٹری اور الجبرا وغیرہ بھی موجود ہیں۔۔۔۔۔ محمد خالد اختر کی رائے ہے کہ مزاح کی سب کتابوں کو اسی طرح مصور ہونا چاہیئے بشرطیکہ مصور خود کو مصنف سے ہم آہنگ کر کے ذہن میں رہ جانے والی تصویر ہی بنا سکیں۔"(۹)

اس اقتباس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اگر ابن انشا "اردو کی آخری کتاب" نہ لکھتے تو قارئین کو محمد حسین آزاد کی کتاب کا نام بھی معلوم نہ ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ ابن انشا نے اُس کتاب کی پیروڈی کا ایسا جان دار انداز اپنایا ہے کہ قاری کے منہ سے بے اختیار واہ واہ نکلتی ہے۔ اسی طرح یہ کہ ابن انشا نے اس کتاب میں اپنے ملک اور اُس دور کے عہد کے مسائل کا حل ایسے انداز میں بتایا ہے کہ بے اختیار اُن کو داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ وہ ملکی مسائل کے حوالے سے ایسے ایسے نقطے سامنے لاتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ابن انشا کا سیاسی اور معاشرتی شعور بھی اسی حوالے سے خاصا متوازن رہا ہے۔ وہ معاشرتی کج روی اور کوتاہی پر ایسے انداز میں طنز کرتے ہیں کہ ان کی قابلیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ان کی نظر میں ہماری اجتماعی خود غرضیوں نے ہمیں اس حال تک پہنچا دیا ہے کہ اب نہ پیچھے ہٹ سکتے اور نہ آگے جانے کا راستہ سوجھ رہا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کی نالائقی اور ناعاقبت اندیشی نے ہمیں بحیثیتِ قوم کے بری طرح مجروح کر دیا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں:

"اردو کی آخری کتاب" میں تنوع پسندی ان کی نمایاں خصوصیات رہی ہے۔ چنانچہ موضوعات اور اسالیت میں دونوں جگہ اس کا اظہار ہوا ہے۔ طنزیہ پیروڈی، لفظوں کے الٹ پھیر اور بات سے بات پیدا کر کے مزاح پیدا کرنا ان کا امتیازی وصف ہے۔ ان کی کتابوں سے مختلف واقعات و حالات اور انسانی عمل سے مزاح پیدا کرنے کا کام لیا گیا ہے، اس طرح ان کے ہاں علامات کا استعمال بھی زیادہ ملتا ہے۔ ان کے مزاح میں اس تناظر میں بڑی وسعت ہے۔ اور ان کے اسلوب اور لفظوں کے استعمال میں بڑی برجستگی ہوتی ہے۔ ان کا مطالعہ اور مشاہدہ دونوں وسیع ہیں۔"(۱۰)

فیلڈ مارشل ایوب خان کا طویل عرصہ پر محیط مارشل لاء اور پھر خود ساختہ جمہوریت کا ڈھونگ رچانا، پھر اپنی سال گرہ پر سرکاری مشنری اور وسائل کا بے تحاشا استعمال اس بات کا غمازی ہے کہ ایوب خان نے کس قدر ملک کا بیڑہ غرق کیا تھا۔ پھر بعد میں اپنی سوانح عمری بھی لکھوا ڈالی۔ ابن انشا اُس دور پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس کے زمانے میں ملک نے بہت ترقی کی اور رعایا اس کو بہت پسند کرتی تھی۔ اس بات کی شہادت نہ صرف اس زمانے کے محکمہ اطلاعات کی کتابچوں اور پریس کانفرنسوں اور ٹولوں سے ملتی ہے بلکہ بادشاہ کی خود نوشت سوانح عمری سے بھی۔"(۱۱)

اوپر کے اقتباس میں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے دور میں اس کی خباثتوں پر مکمل طنزیہ نشتر چلائے گئے ہیں۔ اسی طرح انھوں نے سیاست دانوں کی پارٹیاں بدلنے پر بھی طنز کے تیر چلائے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"یہ کیا ہے؟" "یہ بینگن ہے"، یہ کون سا بینگن ہے؟"، "یہ تھالی کا بینگن ہے۔" "لڑکتا رہتا ہے۔ تبھی تو ہر موسم میں تروتازہ رہتا ہے۔"(۱۲)

مولی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ کس کھیت کی مولی ہے؟" "یہ ہر کھیت کی مولی ہے، کبھی اس کھیت میں اور کبھی اُس کھیت میں۔"(۱۳)

اور پالک کے بارے میں یوں خامہ دفرسائی کی ہے:

"یہ کیسی پالک ہے؟" "یہ پہلے مالی کی لے پالک ہے"، "یہ پہلے مالی کو گالی کیوں دیتی ہے؟" "فطرت سے مجبور ہے اور یوں بھی آض کل گالی کا دستور ہے۔"(۱۴)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اوپر کے تینوں اقتباس ہمارے آج کل کے سیاست دانوں کے احوال واقعی کا حال بیان کرتے ہیں کہ یہ تھالی کے بینگن ہیں۔ کبھی اِس تھالی میں اور کبھی اُس تھالی میں لڑھکتے رہتے ہیں۔ یعنی جو نئی پارٹی انھیں زیادہ مراعات اور رقوم آفر کرے یہ اُس طرف لڑھک جاتے ہیں۔ مولی کے حوالے سے بھی اُن پر طنز ہے کہ یہ مولی کی طرح کبھی اس کھیت اور کبھی اُس کھیت میں ہوتی ہیں۔ وہی بات ہے کہ ہمارے سیاست دان جب دیکھتے ہیں کہ فلاں پارٹی آج کل عوام میں مقبول ہے، تو اُسی پارٹی کے ساتھ مذاکرات کا ڈھونگ رچا کر اور اُن سے اپنے مقصد کے مطالبات منوا کر اُس پارٹی کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ ان کے ذہن میں عوامی فلاح و بہبود کا کوئی منصوبہ نہیں ہوتا۔ ورنہ آج ہمارے ملک کو آزاد ہوئے اٹھہتر (۷۸) سال ہو گئے ہیں۔ جہاں غربت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ وجہ کیا ہے؟ وہی کہ غریبوں کا استحصال ہو رہا ہے اور ہم آج بھی ایک قوم کے بجائے بھیڑ جال کا شکار ہیں۔ ابن انشا اس بات کا رونا روتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہمارے سیاست دان کبھی بھی ہمارے لیے نہیں لڑتے بلکہ اپنی جیب کے لیے منصوبے بناتے ہیں۔

اس حوالے سے سید عاشور کاظمی لکھتے ہیں:

> "اردو میں طنز و مزاح لکھنے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے ہی۔ اس صنف ادب میں کے تخلیق کاروں میں ایک روشن نام ابن انشا کا ہے۔ ابن انشا کا اپنا اسلوب تھا۔ جداگانہ طرزِ نگارش ابن انشا کی پہچان ہے۔ وہ کثیر المطالعہ ادیب تھے اور طنز و مزاح میں ان کی علمیت اور ان کا مطالعہ قدم قدم پر گل کھلاتا تھا۔"(۱۵)

"اردو کی آخری کتاب" میں ایک باب "اخبار" کے نام سے بھی ہے۔ اس حوالے سے ابن انشا آج کل کے پرنٹ میڈیا پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "یہ کون سا اخبار ہے؟"، "یہ روزنامہ باغ و بہار ہے"۔۔۔۔ یہ اخبار والا بڑا برانڈ ہے، "باطل سے نہیں ڈرتا۔ لوگوں سے نہیں ڈرتا۔ کبھی کبھی خدا تک سے نہیں لڑتا۔ بس سرکار سے ڈرتا ہے۔ بڑا اچھا کرتا ہے، جب تک خوش نودی سرکار ہے، اخبار ہے، روزگار ہے، کوٹھی اور کار ہے، پرانے لوگ ایسا نہیں کرتے تھے، پرانے لوگ بھوکے بھی نہیں مرتے تھے۔" پھر بھی میاں اخبار والے، اخبار کالا کر اپنا کردار کالا مت کر۔ صرف اخبار سچ۔۔۔۔۔ ایمان مت بیچ۔"(۱۶)

درجہ بالا سطور آج کل کے اخبارات کی بے انمولی کا بھانڈا پھوڑتے نظر آتے ہیں کیوں کہ حکومت وقت جو بھی ہوتی ہے اخبارات کے مالکان کے ساتھ ایک میٹنگ رکھ لیتی ہے اور ان کے بینک اکاؤنٹس لے کر اُن کی مطلوبہ رقم ٹرانسفر کر دی جاتی ہے۔ پھر جب تک حکومت چلتی ہے تب اُس کا چورن بیچتی رہتی ہے اور اس طرح اُن دونوں کی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں اور یوں امداد باہمی کے ذریعے اخبارات کو اپنا تابع بنایا جاتا ہے۔ اخبارات والے اپنے صفحات پر حکومتِ وقت کے گیت گاتے رہتے ہیں کہ یہ حکومت امن و شانتی سے چل رہی ہے اور عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے کامیابی سے چل رہے ہیں۔ یوں جھوٹ کا بازار گرم رہتا ہے۔ مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ابن انشا نے سیاسی، معاشرتی مسائل اور عوام کے جذبات کی مکمل ترجمانی کرتے ہوئے ہر وہ مسئلہ سامنے لانے کی بھرپور سعی کی ہے جو حل کرنا ضروری تھا۔ ابن انشا بحیثیت مجموعی ہماری عقل کا ماتم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "راہوں میں پتھر، جلسوں میں پتھر، سنوں میں پتھر، عقلوں میں پتھر، آستانوں پر پتھر، دیوانوں پر پتھر، پتھر ہی پتھر۔۔۔۔ یہ زمانہ پتھر کا زمانہ کہلاتا ہے۔"(۱۷)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> "ملاوٹ کی صنعت، رشوت کی صنع، کوٹھی اور پگڑی کی صنعت، حلوے کی صنعت، مانڈے کی صنعت، بیانوں او نعروں کی صنعت، عوزوں اور گنڈوں کی صنعت۔۔۔۔۔ یہ ہمارے ہاں کا صنعتی دور ہے۔"(۱۸)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اوپر کے دونوں اقتباسات میں پتھروں کے باب میں ہماری عقل میں پتھر کہہ کر ہماری قوم کی مجموعی ذہنیت پر لعنت بھیجی گئی ہے جب کہ دوسرے اقتباس میں ملاوٹ سے لے کر تعویزوں اور گنڈوں کے ذریعے سے قوم کو لوٹنے کی صنعت پر طنز کیا گیا ہے۔ باشاہوں اور وزیروں کے عزیز واقارب کے دولت مند ہونے کے حوالے سے ایک طنز ملاحظہ ہو:

"راجہ ٹوڈر مل حساب کتاب اور توڑ کا ماہر ا۔ اس کے عہد میں ملک نے اقتصادی طور پر بڑی ترقی کی۔
بادشاہوں کے عزیز واقارب اس کے سایہ عاطفت میں دیکھتے دیکھتے مالامال ہو گئے۔"(۱۹)

الغرض یہ کہا جاسکتا ہے کہ ابن انشانے ملکی حالات وواقعات کے حوالے سے پیروڈی کے ذریعے سے عوام اور حکمرانوں کے افضل کردار پر بھرپور طنز کر کے اپنی قابلیت کا سکہ بٹھایا ہے اور یوں طنز ومزاح کے باب میں اہم اضافہ کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابن انشا، میں کیوں لکھتا ہوں، مشمولہ، سویرا، لاہور شمارہ نمبر ۱۵۔ ۱۹۵۴، ۱۶ء، ص ۲۹۲

۲۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل، طنز ومزاح، مشمولہ، تخلیقی ادب، از مصنف، عصری مطبوعات، کراچی، ۱۹۸۰ء، ص ۱۵۲

۳۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پس منظر، انجمن ترقی اردو، پاکستان، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۳۲۸

۴۔ سحر انصاری، ابن انشا بحیثیت مزاح نگار، مشمولہ، سخن (طنز ومزاح نمبر)، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۲۵

۵۔ محمد خالد اختر، ریت پر لکیریں، سٹی پریس، کراچی، س ن، ص ۲۴۸

۶۔ ابن انشا، اردو کی آخری کتاب، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۱۹۹۵ء، ص ۷

۷۔ ایضاً، ص ۱۷۔۱۸

۸۔۔ سحر انصاری، ابن انشا بحیثیت مزاح نگار، ص ۲۵۲

۹۔ محمد خالد اختر، ریت پر لکیریں، ص ۲۴۷

۱۰۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل، طنز ومزاح، ص ۱۵۲

۱۱۔ ابن انشا، اردو کی آخری کتاب، ص ۱۹

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۶۶

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۶۷

۱۵۔ سید عاشور علی، بیسویں صدی کا اردو نثر نگار۔ مغربی دنیا میں، انجمن ترقی اردو، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء، ص ۱۸۷۔۱۸۸

۱۶۔ ابن انشا، اردو کی آخری کتاب، ص ۱۶۳۔۱۶۵

۱۷۔ ایضاً، ص ۳۰

۱۸۔ ایضاً، ص ۳۲

۱۹۔ ایضاً، ص ۶۴۔۶۵